انعام الباری ونعمۃ الباری کے منتخب باب "تقصیر الصلوٰۃ" کا تقابلی جائزہ

A COMPARATIVE STUDY OF THE SELECTED CHAPTER OF TAQṢĪR AL-ṢALAT IN INAM-AL-BARĪ AND NI'MAT-AL-BARĪ

Dr. Khawaja Saif -ur-Rehman Siddiqui*
Dr. Abdul Khaliq**
Dr. Muhammad Shafeeq Anjum***

Abstract

Inam-ul-Bari by Muftī Muhammad Taqī Usmanī and Ni'mat-al-Barī by Allama Ghulam Rasool saeedī are both interpretations of Bukhari shareef. This article provides a comparative overview of the chapters of the Book of Short prayers. Scholars differ on the duration of shortening. According to the Hanafis the duration is 15 days and according to the Shafis, Hanbalis and Malikis it is 4 days. The Scholars differed as to why The Holy Prophet (SAWS) offered short prayer in Mina. In Ni'mat al-Barī amout of shari'a travel is 54 miles and in Inamul Bari it is 48 miles. It is not permissible for woman to perform Hajj with out mahram. After leaving the city, he offered short prayer. According to Imam Abu Hanifa (RA) Short prayer is Aazimat and according to Imam Shafi (RA) and Ahmad (RA) it is a leave. He will offer short prayers before entering his city. The combination of two prayers is also permissible in every ordinary journey. All the scholars agree on offering Nafl prayers while riding. According to Hanafis sunan becomes nafl during journey.

Keywords: Hanafis, Shafis, Hanbalis, Sunan, Nafl

** Subject Specialist Islamic Studies Workers Welfare Higher Secondary School (boys) Shahdara, Lahore-
** Assistant Professor, Islamic Studies, Govt.college of Technology Bahawalpur.
*** Assistant Professor, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

کتاب تقصیر الصلاۃ

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے کتاب تقصیر الصلوۃ کے ذیل میں بیان کیا کہ اس کتاب میں تین مسائل پر بات ہو گی۔

۱- مدت قصر ۲- مسافت قصر ۳- قصر عزیمت ہے یا رخصت۔ [1]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے کتاب تقصیر الصلوٰۃ کے ذیل میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ وَكَمْ يُقِيمُ حَتَّى يَقْصُرَ [2]

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا [3]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۸۰ کی تخریج کی ہے۔ اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ مدت قصر کتنی ہے اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ذکر کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور اسحاق بن راہویہؒ کے ہاں ۱۹ دن ہے۔ اس کی دلیل حدیث باب ہے لیکن اس قول کو جمہور میں سے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ احناف کے ہاں ۱۵ دن۔ شافعیہ کے ہاں ۴ دن۔ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں بھی ۴ دن ہیں۔

جمہور نے 19 دن والی حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ نے اقامت کی نیت نہیں کی ہو گی کہ آج جاؤں گا پرسوں جاؤں گا۔ تو اس طرح سال بھی گزر جائے قصر ہو گی۔

2۔ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قیام مکہ میں چار دن تھا۔

3۔ حنفیہ کے ہاں ۱۵ دن یا زائد کی نیت کرنے میں پوری نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

دلیل: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا اثر جو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے۔ [4]

مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا، فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلَى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَأَتْمِمِ الصَّلَاةَ، وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتَى تَظْعَنُ فَأَقْصِرْ» قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهِ نَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ [5]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث نمبر ۱۰۸۰، ۱۰۸۱ کا ترجمہ اور تخریج کی ہے۔ رجال کا تعارف کرایا ہے۔ اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ مدت قصر کے متعلق متعدد احادیث ذکر کیں۔ کسی میں ۲۰ دن، کسی میں ۱۹ دن، ۱۸ دن، ۱۷ دن، ۱۵ دن اور ۱۰ دن کا ذکر ہے۔

2۔ علامہ عینیؒ کے حوالہ سے بیان کیا کہ مدت اقامت اصل میں تو ۱۵ دن ہے جیسا کہ سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے۔ وَفِي رِوَايَة لأَبي دَاوُد وَالنَّسَائِيّ وَابْن مَاجَه: خَمْسَة عشر يَوْمًا[6] اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں ۱۵ دن ٹھہرے اور نماز قصر پڑھتے رہے۔ باقی مختلف دنوں والی احادیث کے محامل بیان کیے۔ ۱۷ دن والی میں ایک دن مکہ آنے کا ایک دن مکہ سے جانے کا تو ۱۵ دن بنی۔ اسی طرح دوسری احادیث کے بھی محامل بیان کیے۔

3۔ مدت قصر کی احادیث میں ابن بطالؒ کے بیان کردہ محامل کو ذکر کیا۔

حضرت انسؓ کی ۱۰ دن والی روایت کی تاویل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ۱۰ دن قیام کی نیت نہ کی اس وجہ سے قصر کرتے رہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے فقہی مسئلہ معلوم ہوا کہ جب مسلمان دشمن کی سرزمین پر ہوں اور انہیں روانگی کا علم نہ ہو کہ کب جائینگے تو ساری مدت میں قصر کرینگے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔

4۔ مدت قصر میں فقہاء کا اختلاف ذکر کیا۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں ۴ دن یا زیادہ کی نیت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔ ۴ دن سے کم میں قصر ہو گی۔

احناف کے ہاں ۱۵ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔ ۱۵ دن سے کم میں قصر ہو گی۔

5۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل: حضرت علاء بن الحضرمیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تین دن سفر کے ہیں اس سے اوپر اقامت کے حکم میں ہیں۔

احناف کی دلیل: حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا جب تم آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم ۱۵ دن ٹھہرو گے تو نماز پوری پڑھو گے۔ اسی طرح ابن عمرؓ جب کسی جگہ ۱۵ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔

6۔ احناف کی تائید میں متعدد احادیث و آثار نقل کیے۔

7۔ نماز قصر کب مشروع ہوئی مختلف اقوال ذکر کیے بعض کے ہاں ۴ھ میں۔ بعض کے ہاں ۲ھ میں۔ بعض کے ہاں ہجرت کے ایک سال بعد اور بعض کے ہاں ہجرت کے ۴۰ دن بعد۔

8۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا رد کیا ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے اجماع کے خلاف کیا ہے۔ ان سے پہلے کسی نے بھی ۴ دن اقامت کی نیت پر پوری نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

9۔ اقامت کی شرائط کو ذکر کیا۔

(۱) سفر کو ترک کر دینا۔ (۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو (۳) ۱۵ دن اقامت کی نیت کرے (۴) اپنی رائے میں مستقل ہو۔[7]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے مدت قصر میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل مختصراً مگر جامعیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے مدت قصر میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ مدت قصر کے بارے میں مختلف احادیث ذکر کی ہیں۔

پھر احناف کی تائید میں متعدد آثار لائے ہیں۔ پھر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا رد کیا ہے۔ اور مدت قصر کی ابتدا کا بھی ذکر کیا ہے تو صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں تفصیلاً مسائل بیان کیے ہیں۔

باب الصلاۃ بمنی[8]

حَدَّثَنَا أَبُو الوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ[9]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۸۳، ۱۰۸۴ کی تخریج کی ہے۔ اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ۱۰ دن تک منیٰ میں قصر پڑھی۔

2۔ قصر الصلوٰۃ کی آیت وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا[10]

3۔ نبی ﷺ نے منیٰ میں قصر نماز پڑھی اس کی علت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے ہاں قصر سفر کی وجہ سے تھا۔ امام مالکؒ کے ہاں منیٰ میں قصر مناسک حج میں سے ہے۔ جبکہ عرفات ومزدلفہ میں جمع بین الصلاتین مناسک میں سے ہے۔ تو مقیم و مسافر دونوں پر منیٰ میں قصر ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے منیٰ میں قصر کی لیکن لوگوں کو نماز پوری کرنے کے لیے نہیں فرمایا۔

حالانکہ خود امام مالکؒ کے ہاں اہل منیٰ کے لیے منیٰ میں قصر نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کی دلیل یہ ہے۔ حضرت عمرؓ مکہ آئے انہوں نے نماز پڑھائی بعد میں لوگوں کو کہا کہ تم اپنی نماز پوری کر لو۔ بیشک ہم تو مسافر ہیں۔

4۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا روایت نمبر ۱۰۸۴ میں حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ سن کر انا للہ پڑھنا کہ وہ منیٰ میں چار رکعت پڑھتے تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی یا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو حضرت عثمانؓ کے مکہ میں گھر بنانے کا پتا نہیں تھا۔ یا پھر ان کا یہ مذہب تھا کہ محض گھر بنانے سے وطن نہیں بن جاتا جب تک کہ نیت نہ کی جائے۔ احناف کے ہاں بھی ایسے ہے۔

امام مالکؒ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے منیٰ میں دو رکعت قصر پڑھنے کو مناسک حج قرار دیتے ہیں۔ حنیفہ کے ہاں یہ قصر سفر کی وجہ سے ہے مقیم پر نہیں۔[11]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔ تخریج کی ہے۔ اور حدیث نمبر ۱۰۸۴، ۱۰۸۳ کے رجال کا تعارف بھی کرایا ہے۔ اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ منیٰ کا تعارف کرایا کہ وہ جگہ ہے۔ جہاں قربانی کی جاتی ہے اور منیٰ "المنیہ" سے ہے۔ جس کا معنی ہے آرزو۔

2۔ منیٰ میں نماز قصر کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ذکر کیا۔

3۔ مسافت کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں تین دن پیدل چلنے یا اونٹ کی رفتار کی مسافت کے سفر میں قصر نماز ہو گی۔ اور اس دوران آرام اور کھانا پینا بھی داخل ہے۔

4۔ مسافت کا حساب فرسخ سے بھی لگایا گیا۔ ایک قول میں ۲۱ فرسخ، دوسرے میں ۱۸ اور تیسرے میں ۱۵ فرسخ لیکن فتویٰ ۱۸ فرسخ پر ہے۔ ایک فرسخ تین میل شرعی کا ہوتا ہے۔

5۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ چار برید سے کم میں قصر نہیں اور ایک برید ۱۲ میل کا ہے۔ یعنی ۴۸ میل سے کم میں نہیں لیکن اس میں عبد الوہاب راوی ضعیف ہے۔

6۔ میں کہتا ہوں احناف کے ہاں مفتٰی بہ ۱۸ فرسخ ہے۔ یعنی ۵۴ شرعی میل۔

7۔ حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی قصر نہیں کی اس کی توجیہات ذکر کیں۔

(۱) انہوں نے مباح پر عمل کیا کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ قصر کرے یا پوری پڑھے۔

(۲) حج کے بعد آپؓ نے وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

(۳) ابن بطالؒ کے حوالہ سے بھی اس کی توجیہات نقل کیں۔ ایک توجیہ یہ ہے چونکہ مسافر کے لیے بھی پوری پڑھنا جائز ہے تو اس لیے مشقت پر عمل کیا۔ جبکہ آپ ﷺ نے لوگوں کی آسانی کے لیے قصر ادا فرمائی۔ تاکہ امت کو آپ ﷺ کی سنت پر عمل میں مشقت نہ ہو۔

8۔ حدیث نمبر ۱۰۸۳ میں ان لوگوں کا رد بھی ہے جن کے ہاں نماز قصر خوف کے ساتھ مشروط ہے۔

9۔ نماز قصر واجب ہے یا سنت ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے ہاں سنت۔ امام شافعیؒ کے ہاں پوری پڑھنا افضل مگر امام مالکؒ کے ہاں قصر افضل ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں قصر واجب ہے۔

10۔ قصر کے وجوب کے متعلق متعدد احادیث و آثار ذکر کیے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں ہے فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ[12] لیکن اب تم امن میں ہو تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے تعجب ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر اس کا صدقہ کیا ہے۔ اور تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ ثابت ہوا قصر واجب ہے۔[13]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں قصر الصلوٰۃ کی آیت میں "إِنْ خِفْتُمْ" کی قید کے بارے میں بتایا کہ یہ قید احترازی ہے یعنی قصر نماز خوف کے ساتھ مشروط نہیں۔ اور پھر منیٰ میں قصر نماز کے بارے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھنے کی توجیہ ذکر کی۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اور کئی چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ منی میں نماز قصر کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔ مسافت کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا پھر مسافت میں مفتٰی بہ قول ۱۸ فرسخ ذکر کیا جو کہ ۵۴ میل بنتا ہے۔ پھر نماز قصر واجب ہے یا سنت ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کیا۔

توبہر حال صاحب نعمتہ الباری نے اس باب میں کئی مسائل کا احاطہ کیا ہے۔ اور تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ جبکہ صاحب انعام الباری نے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف ایک مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔

باب کم اقام النبی صلی الله علیه وسلم فی حجته[14]

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي العَالِيَةِ البَرَّاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّونَ بِالحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ مَعَهُ الهَدْيُ» تَابَعَهُ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ [15]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۸۵ کی تخریج کی ہے اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ "البراء" را کی شد کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے ایسا شخص جو تیر چھیلتا ہے۔ "براء النبل" تیروں کا چھیلنے والا۔

2۔ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ میں رابعہ صبح سے بدل ہے۔ یعنی آپ ﷺ چار ذوالحج کی صبح کو اپنے صحابہؓ کے ساتھ حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے۔ تو جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا ان کو آپ ﷺ نے عمرہ بنانے کا حکم دیا۔ جن کے پاس قربانی کا جانور تھا ان کو عمرہ نہ بنانے کا حکم دیا۔

3۔ آپ ﷺ چار ذوالحجہ سے مکہ آئے تو اس سے حساب لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے وہاں کتنے دن قیام کیا۔ اسی سے امام بخاریؒ نے باب کا عنوان قائم کیا "کم اقام النبی ﷺ فی حجتہ "۔[16]

نعمتہ الباری

صاحب نعمتہ الباری نے اس باب میں مذکور حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ تخریج کی ہے اور رجال کا تعارف بھی کرایا ہے اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں قیام اور ارکان حج کی ادئیگی کی۔ اس کو ذکر کیا۔ آپ ﷺ کا قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا۔ جمعرات کو منیٰ گئے تمام دن اور جمعہ کی رات تک منیٰ میں ٹھہرے۔ جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ ﷺ عرفات روانہ ہوئے۔ مسجد نمرہ میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور غروب آفتاب تک ادھر رہے۔ پھر ہفتہ کی رات مزدلفہ روانہ ہوئے۔ صبح کی نماز تک وہاں رہے طلوع آفتاب کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے۔ چاشت کے وقت جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ زوال سے پہلے کعبہ کا طواف کیا پھر منیٰ کی طرف آئے۔ ہفتہ کا باقی دن اور اتوار، سوموار اور منگل وہیں

رہے۔ منگل ظہر کے بعد وادی محصب روانہ ہوئے۔ یہ ایام تشریق کا آخری دن تھا۔ بدھ کو طواف وداع فرمایا۔ آپ ﷺ نے قریباً ۱۰ دن قیام فرمایا۔

یوم عرفہ کے دن سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[17] نازل ہوئی۔ گویا آپ ﷺ ۲۶ ذوالحجہ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی اس کے بعد احرام باندھا۔ چار ذوالحجہ کو اپنے صحابہؓ کے ساتھ مکہ پہنچے۔

2۔ حج کے احرام کو ختم کر کے عمرہ قرار دینے میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔ امام احمدؒ اور امام داوٗد ظاہریؒ کے ہاں حج کے احرام کو ختم کر کے عمرہ قرار دینا جائز ہے۔ ان کی دلیل حدیث باب ہے۔

جبکہ جمہور کے ہاں جائز نہیں۔ جمہور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حکم آپ ﷺ کے صحابہؓ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حارث بن بلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حج کو فسخ کر کے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔[18]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف حدیث کا مفہوم بیان کیا اور حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ قرار دینے میں ائمہ کا اختلاف ذکر نہیں کیا۔ صرف باب کے عنوان کو مد نظر رکھتے ہوئے مکہ میں آپ ﷺ کے قیام کی مدت کو بیان کیا کہ آپ ﷺ مکہ میں چار ذوالحجہ کو پہنچے۔ تو اس سے حساب لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ حج کے لیے کتنے دن مکہ میں رہے۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں تین چیزوں کی وضاحت کی۔

(۱) آپ ﷺ کا ارکان حج کی ادائیگی کا طریقہ (۲) حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ بنانے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کیا (۳) آپ ﷺ نے مکہ میں ۱۰ دن قیام فرمایا۔

تو صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں کئی مسائل کی وضاحت کی جبکہ صاحب انعام الباری نے صرف ایک مسئلہ کی وضاحت کی۔

باب فی کم یقصر الصلاۃ[19]

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الحَنْظَلِيُّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تُسَافِرِ المَرْأَةُ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ[20]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۸۶ کی تخریج کی ہے اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ سفر شرعی کی مقدار میں ائمہ کے اقوال ذکر کیے۔ امام بخاریؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ جمہور کے ہاں سفر شرعی کی مقدار تین دن اور تین راتیں ہیں۔ میلوں کے حساب سے مقدار بنائی جائے تو وہ ۴۸ میل بنتی ہے۔ تقریباً تمام ائمہ کے اقوال قریب قریب ہیں۔ کسی نے تین مراحل ذکر کیے۔ کسی نے چار برد ذکر کیے اور کسی نے تین دن تین راتیں ذکر کیں تو سب کا مطلب ۴۸ میل بنتا ہے۔

2۔ آپ ﷺ نے سفر شرعی کے احکام تین دن اور تین راتوں پر جاری کیے۔ عورت کے بارے میں بھی یہی کہا کہ وہ تین دن اور تین رات کا سفر بھی ایک دن اور ایک رات بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

3۔ مسح علی الخفین کی مدت بھی تین دن تین رات مقرر فرمائی۔ معلوم ہوا سفر شرعی کی مقدار ۴۸ میل ہے۔[21]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور تعلیق اور احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸ کی تخریج کی ہے اور حدیث نمبر ۱۰۸۶ کے رجال کا تعارف کرایا ہے۔ اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ بغیر محرم کے عورت کے حج کے سفر میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا۔ احناف کے ہاں شرط یہ ہے کہ تین دن تین راتوں کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ اگرچہ فرض حج کا سفر ہو۔ دلیل: حدیث باب ہے۔

جبکہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے ہاں فرض حج کے لیے بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے۔ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ ان اسفار کے لیے ہے جو فرض یا واجب نہ ہوں۔

داوٗد ظاہریؒ کے ہاں ۱۲ میل سے کم کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے زیادہ کا نہیں۔

2۔ باقی رہی بات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی کہ وہ بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں۔ تو وہ تمام مومنوں کی ماں ہیں۔ تمام لوگ سیدہ کے محرم ہیں۔

3۔ بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف احادیث آئی ہیں کسی میں ہے ایک دن ایک رات نہ کرے۔ کسی میں ہے دو دن دو رات اور کسی میں تین دن تین رات کا سفر نہ کرے۔ تو سب کا مقصد ایک ہی ہے کہ عورت کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ وَقَالَ الْقَاضِي عِيَاض: وَقَوله فِي

الرِّوَايَةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ أبي سعيد: ثَلَاث لَيَال، وَفِي الْأُخْرَى: يَوْمَيْنِ، وَفِي الْأُخْرَى: أَكثر من ثَلَاث، وَفِي حَدِيث ابْن عمر: ثَلَاث، وَفِي حَدِيث أبي هُرَيْرَة: مسيرَة لَيْلَة، وَفِي الْأُخْرَى عَنهُ: يَوْم وَلَيْلَة، وَفِي الْأُخْرَى عَنهُ: ثَلَاث، وَهَذَا كُله لَيْسَ يتنافر وَلَا يخْتَلف[22]

4۔۔تو احادیث میں تعارض ہے اور میں اس تعارض کو اٹھا سکتا ہوں۔

ابتداء اسلام میں جب مسلمان کمزور تھے تو اس وقت ایک دن ایک رات کے سفر سے عورت کو منع یا گیا پھر جب مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ ہو گئی تو دو دن دو رات تک منع کیا گیا پھر جب مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا تو تین دن تین رات کا سفر بغیر محرم کے منع کیا گیا۔

5۔امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے ہاں ایک عورت بغیر محرم کے دوسری عورتوں کے ساتھ حج کے لیے جا سکتی ہے۔چونکہ اس وقت اس کو خطرہ نہیں۔وَمذهب الشَّافِعِي وَمَالك أَن الْمَرْأَة تُسَافِر لِلْحَجِّ الْفَرْض بِلَا زوج وَلَا محرم[23]

میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث واضح ہے جس میں ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا میری بیوی حج کے لیے نکلی ہوئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ بیوی کے ساتھ حج کرو۔معلوم ہوا کہ عورت کے لیے بغیر محرم کے حج کا سفر جائز نہیں۔[24]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں سفر شرعی کی مقدار میں ائمہ کے اقوال ذکر کیے۔آخر میں فرمایا سفر شرعی کی مقدار تین دن تین رات ہے۔

جبکہ صاحب نعمتہ الباری نے اس باب میں عورت کا بغیر محرم کے حج کا سفر کرنے میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا اور پھر ابن بطال کی ان احادیث میں تطبیق ذکر کی جن میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔کسی میں ایک دن ایک رات۔کسی میں دو دن دو رات اور کسی میں تین دن تین رات۔

صاحب نعمتہ الباری نے ابن بطال پر اعتراض کیا کہ وہ احادیث کے تعارض کو نہیں اٹھا سکے۔میں اس تعارض کو دور کر سکتا ہوں اور پھر تعارض کو دور کیا۔پھر متعدد خواتین کے ساتھ بغیر محرم کے سفر حج کرنے پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا نظریہ اور امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ ذکر کیا اور پھر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا رد کیا۔

توصاحب انعام الباری نے باب کے عنوان کو مد نظر رکھتے ہوئے سفر شرعی کی کم سے کم مقدار پر بحث کی جبکہ صاحب نعمت الباری نے باب کی احادیث کی مد نظر رکھتے ہوئے عورت کا بغیر محرم کے سفر حج کرنے میں بحث کی۔

باب یقصر اذا خرج من موضعه[25]

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ[26]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۸۹ کی تخریج کی ہے۔ اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ قصر کہاں سے شروع کرے اس کو بیان کیا۔ حنفیہ کے ہاں شہر سے نکلنے کے بعد قصر پڑھے اگر چہ شہر کی آبادی نظر آرہی ہو۔ اور پھر واپسی شہر میں داخل ہونے تک قصر کرے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے اثر میں ہے۔

2۔ بعض حضرات کے ہاں اگر آدمی نے سفر کی نیت کی اور ابھی تک اپنے شہر کی حدود میں ہے تو قصر اس پر جائز ہے۔

3۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں سفر کی نیت کرنے والا جب تک اپنے شہر یا بستی سے نہ نکلے اور اپنے گھروں کو اپنی پیٹھ پیچھے نہ چھوڑے اس وقت تک اس پر قصر نہیں ہے۔

4۔ احناف کے ہاں بھی سفر کی نیت کرنے کے بعد شہر کے گھروں کو چھوڑنے کے بعد قصر کرے گا۔ محض نیت کرنے سے شہر کی حدود میں قصر نہیں کریگا۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۸۹ میں ہے۔

5۔ جدید مسئلہ: پہلے آبادی محدود ہوا کرتی تھی شہر کے بعد جنگل شروع ہو جایا کرتا تھا اس وقت شہر کی حد کا اندازہ لگانا آسان تھا۔ اب تو بعض ممالک ایسے ہیں جہاں ہزار میل تک بھی آبادی ہی آبادی ہے یا شہر کے ساتھ شہر ملا ہوا ہے۔ جیسا کہ راولپنڈی اور اسلام آباد دونوں ملے ہوئے ہیں۔ تو اس صورت میں جب ایک شہر کا آدمی سفر شرعی کی نیت سے چلے گا تو اپنے شہر کی حد عبور کرنے کے بعد قصر پڑھے گا۔ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں شہروں کے نام بھی علیحدہ ہوں اور ان کی انتظامیہ بھی علیحدہ ہو۔ ہاں اگر ایک شہر اتنا بڑا

ہے کہ اس کا ایریا شرقاً، غرباً، شمالاً اور جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ وہ ایک ہی شہر شمار ہو گا۔ وہاں شرقاً سے غرباً جانے والا مسافر نہیں ہو گا چونکہ شہر کا نام ایک ہے۔

اگر ائرپورٹ اور اسٹیشن بھی شہر سے یا آبادی سے باہر ہیں تو وہاں پہنچنے سے مسافر ہو جائے گا۔ اگر شہر کے اندر ہیں تو پھر قصر نہیں پڑھے گا۔

6۔ قصر عزیمت ہے یا رخصت اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں عزیمت ہے یعنی قصر واجب ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہاں رخصت ہے۔ دو کی بجائے چار پڑھ لے تو بھی جائز ہے۔

احناف کی دلیل: الصَّلاَةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ، فَأُقِرَّتْ صَلاَةُ السَّفَرِ، وَأُتِمَّتْ صَلاَةُ الحَضَرِ[27]

شافعیہ کی دلیل: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا[28]

اس کا مطلب قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ واجب پر نہیں مباح پر بولا جاتا ہے۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے یہاں قصر کمیت مراد نہیں بلکہ کیفیت مراد ہے۔

احناف کے دلائل میں متعدد احادیث ذکر کیں۔

7۔ حدیث نمبر ۱۰۹۰ میں ہے۔ قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ: تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ[29]

زہریؒ نے عروہؒ سے پوچھا کہ سیدہ عائشہؓ ایک طرف یہ روایت کرتی ہیں کہ اصل رکعتیں دو تھیں جو سفر میں برقرار رہیں اور حضر میں بڑھادی گئیں۔ پھر خود کیوں مکہ میں آکر دو کی بجائے چار پڑھتی ہیں۔ تو عروہ نے کہا کہ وہ بھی حضرت عثمانؓ کی طرح کوئی تاویل کرتی ہوں گی۔ یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں سیدہ عائشہؓ کے ہاں قصر کا مدار مشقت پر ہے۔ اور یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔[30]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۸۹، ۱۰۹۰ کی تخریج کی ہے۔ اور حدیث نمبر ۱۰۸۹ کے رجال کا تعارف کرایا ہے۔ تعلیق کی اصل احادیث ذکر کی ہیں اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ ان تمام آثار کا خلاصہ یہ ہے جب تک آدمی اپنے شہر سے نہیں نکلے گا پوری نماز پڑھے گا واپسی پر بھی اپنے شہر میں داخل ہونے سے پہلے تک قصر پڑھے گا۔

2۔ قصر کہاں سے شروع کرے اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ شہر کی حدود سے نکل کر قصر کرے گا۔ جبکہ بعض تابعین کہ ہاں شہر کی حدود سے نکلنے سے پہلے قصر کرے گا۔ تو ان کے خلاف ۱۰۸۹ حدیث حجت ہے۔ جس میں ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مدینہ میں چار رکعت ظہر پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز قصر پڑھی۔ معلوم ہوا شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرے گا۔[31]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں قصر کے محل میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا اور پھر اس میں ایک جدید مسئلہ بھی ذکر کیا کہ آج کل شہر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ وہاں قصر کا کیا حکم ہے۔ اس کو تفصیلاً بیان کیا۔ کہ جب ان کا نام، انتظامیہ علیحدہ ہے تو پھر دوسرے شہر میں داخل ہوتے ہی اپنے شہر کی حدود سے نکلتے ہی قصر نماز ہو گی۔ اور پھر قصر عزیمت ہے یا رخصت ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کیا۔ اور امام زہریؒ کے اشکال کا جواب نقل کیا۔

جبکہ صاحب نعمتہ الباری نے حضرت علیؓ کے آثار کا خلاصہ بیان کیا کہ شہر کی حدود کے بعد قصر ہو گی اور واپسی پر شہر میں داخلہ سے پہلے قصر ہو گی اور پھر تمام فقہاء کا اجماع نقل کیا کہ قصر شہر کی حدود سے نکل کر ہو گی۔

تو بہر حال صاحب انعام الباری نے اس باب میں کئی مسائل بیان کیے۔ تفصیلاً اور صاف شفاف انداز میں بیان کیے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جدید مسئلہ بھی ذکر کیا۔

جبکہ صاحب نعمتہ الباری نے صرف ایک مسئلہ بیان کیا اور اس کے علاوہ جدید مسئلہ بھی بیان نہیں کیا۔

بَابُ يُصَلِّي المَغْرِبَ ثَلاَثًا فِي السَّفَرِ[32]

وَزَادَ اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ: " كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَجْمَعُ بَيْنَ المَغْرِبِ وَالعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ " قَالَ سَالِمٌ: وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ المَغْرِبَ، وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلاَةَ، فَقَالَ: سِرْ، فَقُلْتُ: الصَّلاَةَ، فَقَالَ: سِرْ، حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ المَغْرِبَ، فَيُصَلِّيهَا ثَلاَثًا، ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ العِشَاءَ، فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلاَ يُسَبِّحُ بَعْدَ العِشَاءِ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ[33]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۰۹۲ کی تخریج کی ہے۔اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔اسْتُصْرِخَ کا معنی کسی کو فریاد کر کے بلانا۔

حضرت ابن عمرؓ کو فریاد کر کے بلایا گیا کہ جلدی آؤ آپؓ کی بیوی بیمار ہے۔

2۔اس حدیث میں جمع بین الصلواتین کا ذکر ہے۔مگر آپ ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے جمع حقیقی نہیں۔ کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی پھر تھوڑی دیر ٹھہرے شفق (سرخی یا سفیدی) غائب ہو گئی پھر عشاء پڑھی۔

3۔جدید مسئلہ: تبلیغی جماعت کی جو تشکیل ہوتی ہے ایک ماہ یا زائد کی تو مسجدیں تبدیل ہوتی ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی شہر میں یعنی شہر کی حدود میں ایک ماہ کی تشکیل ہوئی تو وہاں چاہے مسجدیں تبدیل ہوں وہ مقیم ہوں گے۔ہاں اگر شہر کی حدود سے باہر ۱۵ دن سے کم کی تشکیل ہو جائے تو مسافر ہوں گے۔[34]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث نمبر ۱۰۹۱، ۱۰۹۲ کا ترجمہ کیا ہے۔حدیث نمبر ۱۰۹۱ کی تخریج کی ہے۔اور رجال کا تعارف بھی کرایا ہے اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

1۔جمع بین الصلواتین صوری ہر عام سفر میں جائز ہے۔ابن عمرؓ کی احادیث اس کی دلیل ہیں۔

2۔علامہ کرمانیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید کرتی ہے چونکہ ان کے ہاں ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک سفر میں مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

3۔میں کہتا ہوں یہ تمام احادیث ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہیں چونکہ ان میں جمع صوری کا ذکر ہے ۔اور یہ ہمارے ہاں جائز ہے۔کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھنا۔[35]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں جمع بین الصلواتین کے مسئلہ کو بیان کیا اور جدید مسئلہ بھی بیان کیا کہ اگر تبلیغی جماعت کی تشکیل ایک ماہ یا زائد کے عرصہ کے لیے ایک ہی شہر میں ہوں تو وہ مقیم ہو گی۔ہاں اگر شہر کی حدود سے باہر ۱۵ دن سے کم کی مدت کے لیے تشکیل ہو جائے تو پھر مسافر ہو گی۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے صرف جمع بین الصلواتین کا مسئلہ بیان کیا اور کوئی جدید مسئلہ بیان نہیں کیا۔

بَابُ صَلاَةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّابَّةِ وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ[36]

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ[37]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف احادیث کو ذکر کیا ہے اور کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا۔[38]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۹۳ کی تخریج کی ہے اور رجال کا تعارف کرایا ہے اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ راحلہ کا معنی اس حدیث میں یہ ہے کہ قوی اونٹ جس پر سواری کی جاسکے۔

2۔ سفر میں سواری پر نماز نفل پڑھنے میں تمام علماء کا اجماع ہے۔ چاہے سواری کا رخ جس طرف ہو۔ البتہ حضر میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ بعض شافعیہ اور غیر مقلدین کے ہاں جب سواری قبلہ رخ ہو تو جائز ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں ناجائز ہے۔[39]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا صرف احادیث لکھنے پر اکتفا کیا۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے سفر و حضر میں سواری پر نماز نفل پڑھنے کا مسئلہ بیان کیا ہے۔

بَابُ الإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ[40]

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ يُومِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ[41]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف حدیث کو ذکر کیا اور کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا۔[42]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور حدیث کا صرف ترجمہ کیا ہے۔[43]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف حدیث لکھنے پر اکتفا کیا ہے جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے صرف حدیث کے ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ[44]

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلاَةِ المَكْتُوبَةِ[45]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف احادیث کو لکھا ہے اور کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا۔[46]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث کا صرف ترجمہ کیا ہے۔[47]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں صرف احادیث کو لکھا ہے جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث کے ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

بَابُ صَلاَةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الحِمَارِ[48]

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّأْمِ، فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ «يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ، وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الجَانِبِ» - يَعْنِي عَنْ يَسَارِ القِبْلَةِ - فَقُلْتُ: رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ القِبْلَةِ، فَقَالَ: لَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ " رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[49]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب میں درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔حدیث نمبر ۱۰۹۳ میں جملہ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ[50] میں حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ کی تشریح کی کہ اس کے دو معنی ہیں۔(۱) کہ انسان جہاں بھی ہو قبلہ کی طرف رخ کرے۔ جیسا کہ آیت وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ[51] میں ہے۔

(۲) سواری پر نماز نفل پڑھتے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہاں اس کا دل اور نیت قبلہ کی طرف ہو۔

2۔ فرض نماز کے لیے حکم ہے کہ اسقبال قبلہ سفر میں لازم ہے۔

3۔جدید مسئلہ: یہ بیان کیا کہ جو حکم نفل نماز میں جانور سواری کا ہے وہی حکم ریل، کار، بس وغیرہ کا ہے۔ کہ اشاروں سے نماز نفل سواری پر جائز ہے اور استقبال قبلہ بھی شرط نہیں۔

4۔ سواری پر نماز نفل حضر میں پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ سفر میں تو بالاتفاق جائز ہے۔ جبکہ حضر میں سواری پر نماز نفل پڑھنے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں ناجائز جبکہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں جائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ کہ آپ ﷺ مدینہ کی گلیوں میں حمار پر سوار ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کی سند بھی بہتر ہے۔

5۔اس باب میں دوسرا جدید مسئلہ: یہ ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح حاصل ہے چونکہ آج کل شہر بہت بڑے بڑے ہیں تو شہر کے اندر سفر کرتے ہوئے نماز نفل اشاروں سے پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔[52]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ تخریج کی ہے اور رجال کا تعارف کرایا ہے اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔امام بخاریؒ سواری پر نماز کا حکم بیان کر چکے ہیں لیکن خصوصیت کہ ساتھ گدھے کا ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گدھے کا پسینہ پاک ہے۔ چونکہ سوار کے کپڑوں کو لگتا ہے اگر ناپاک ہوتا تو آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر نماز نہ پڑھتے۔ اور ہمارے اصحاب نے بھی گدھے کے پسینہ کو خلاف قیاس پاک قرار دیا ہے۔ حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جس کا گوشت حرام اس کا پسینہ بھی حرام۔ لیکن چونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے اس لیے اس پر سواری کی حالت میں نماز جائز ہے۔

2۔ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ کسی بھی سواری پر نماز نفل جائز ہے خواہ سفر زیادہ ہو یا کم۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں شہر میں بھی سواری پر جائز ہے۔ ان کی دلیل حضرت انسؓ کا عمل ہے کہ انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں گدھے پر اشارے سے نماز پڑھی۔[53]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں کئی مسائل ذکر کیے کہ سواری پر نماز نفل جائز ہے اور فرض نماز جائز نہیں۔ فرض نماز کے لیے استقبال قبلہ شرط ہے نفل کے لیے نہیں۔ پھر سواری پر نماز نفل حضر میں پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا اور دو جدید مسائل بھی ذکر کیے۔

1۔ آج کے دور کی سواریوں پر بھی نماز نفل اشاروں سے بغیر اسقبال قبلہ کی شرط کے جائز ہے۔

2۔ آج کل شہر بہت بڑے ہیں تو شہر کے اندر بھی سواری پر نماز نفل پڑھنا امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے جائز ہے۔

جبکہ صاحب نعمۃ الباری نے کوئی جدید مسئلہ ذکر نہیں کیا۔ صرف یہی بیان کیا کہ گدھے کا پسینہ خلاف قیاس پاک ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلاَةِ وَقَبْلَهَا[54]

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: "صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللَّهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ)[55]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۱۰۱ کی تخریج کی ہے۔

اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔ حضرت ابن عمرؓ جو یہ کہہ رہے ہیں فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ کہ میں نے آپ ﷺ کو سفر میں نفلی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ پھر آیت تلاوت کی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ[56]

تو اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تم بھی نہ پڑھو۔ بعض لوگوں کے ہاں اسی حدیث کی بنا پر سفر میں سنن رواتب جائز نہیں۔

2۔ بعض لوگ آج کل یہی کہتے ہیں کہ جب فرض معاف نہیں تو سنت بھی معاف نہیں۔

لیکن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے آپ ﷺ کو نہ دیکھنے سے آپ ﷺ کا نہ پڑھنا لازم نہیں آتا۔

3۔ دوسری حدیث بھی حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے ہے جس میں پڑھنا ثابت ہے۔ تو جو سنن رواتب پڑھنے کے قائل نہیں ہیں وہ اس کی توجیہ یہی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سنتیں نہیں پڑھیں نفل پڑھی۔ ہم

اس کی توجیہ میں یہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے آپ ﷺ کو سواری سے اتر کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سفر کی حالت میں دیکھا۔

4۔ سنن رواتب پڑھی بھی ہیں اور چھوڑی بھی ہیں۔ احناف کے ہاں سنن رواتب سفر میں نفل ہو جاتی ہیں ۔ پڑھنے پر ثواب اور نہ پڑھنے سے گناہ نہیں۔

5۔ اکثر احناف کے ہاں سفر میں سنتوں کا چھوڑنا اولیٰ ہے اگر کہیں ٹھہر گیا تو پڑھنا اولیٰ ہے۔[57]

نعمتہ الباری

صاحب نعمتہ الباری نے اس باب میں مذکور احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۱ کی تخریج کی اور رجال کا تعارف کرایا ہے۔ اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ حضرت ابن عمرؓ کے قول و فعل میں جو تعارض تھا اس کو دور کیا کہ اس حدیث میں تو ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو سفر میں نفل نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دوسری حدیث میں ابن عمرؓ کا فعل ہے کہ وہ سفر میں سواری پر نفل پڑھتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ بھی ایسا کرتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا مقصد کہنا یہ ہے کہ زمین پر سفر کرتے ہوئے نفل نہیں پڑھتے تھے۔

2۔ بعض صحابہؓ کے ہاں نفل پڑھنا ثابت بھی ہے۔ کہ آپ ﷺ سفر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھتے تھے۔ عام علماء کا یہی قول ہے۔

3۔ آپ ﷺ نے کبھی نفل پڑھی اور کبھی نہیں امت کو اختیار دیا کہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

4۔ سفر میں سنت پڑھنے میں اختلاف فقہاء ہے۔

امام احمدؒ اور اسحاقؒ کے ہاں پڑھنے چاہیں۔ تو پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے۔ اکثر علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

5۔ علامہ هندوانیؒ کے ہاں سواری سے اتر کر نفل ادا کرنا افضل ہے۔ جب سواری پر ہو ترک کی رخصت ہے۔

6۔ ہشام کہتے ہیں میں نے امام محمد کو سفر میں ظہر اور عصر کی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ وہ عشاء کی فرض نماز کے بعد وتر پڑھتے تھے اور فجر اور مغرب کی سنتوں کو ترک کرتے نہیں دیکھا۔[58]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں سفر میں سنت یا نفل نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے میں ابن عمرؓ کی دونوں احادیث میں تطبیق اور توجیہ بیان کی ہے۔ کہ ابن عمرؓ کا یہ کہنا کہ میں نے آپ ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سواری سے اتر کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہاں سواری پر تو اشاروں سے

پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔اور پھر آخر میں احناف کا راجح قول ذکر کیا کہ سنتوں کو سفر میں چھوڑنا اولیٰ ہے۔ ٹھہر گیا تو پڑھنا اولیٰ ہے۔

جبکہ صاحب نعمتہ الباری نے ابن عمرؓ کی ان دونوں احادیث مین تطبیق یہ دی کہ آپ ﷺ نے امت کو اختیار دے دیا۔ پھر سفر میں سنتوں کے پڑھنے یا نہ پڑھنے میں اختلاف فقہاء ذکر کیا۔اور آخر میں امام محمدؒ کا عمل بھی نقل کیا۔

تو ابن عمرؓ کی احادیث کی توجیہات دونوں نے مختلف کی ہیں۔اور صاحب نعمتہ الباری نے امام محمدؒ کا عمل اضافی نقل کیا ہے۔یہ صاحب انعام الباری نے ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ، فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا[59]

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلاَةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ[60]

انعام الباری

صاحب انعام الباری نے اس باب کے حاشیہ میں حدیث نمبر ۱۱۰۳ کی تخریج کی ہے اور درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

1۔امام بخاریؒ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں فجر کی دو سنتیں اور چاشت کی نماز کا سفر میں ثبوت ہے ۔باقی سنتیں اور نوافل کا ثبوت نہیں ہے چاہے نماز سے پہلے والی ہوں یا بعد والی۔

البتہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے چاشت کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ایک اثبات میں دوسری نفی میں۔

2۔ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کے نسخوں میں ان دونوں ابواب میں "قبلھا" کا لفظ نہیں ہے۔تو منشاء بخاریؒ یہ ہوئی کہ فرض کے بعد والی سنتیں نہیں پڑھنی چاہیے۔پہلے والی پڑھ سکتے ہیں۔

چونکہ پہلے والی میں سنت اور فرض کے درمیان وقفہ آجاتا ہے اور بعد والی میں وقفہ نہیں اس سے فجر کی سنتوں کے پڑھنے کے جواز کو ثابت کیا ہوگا۔[61]

نعمۃ الباری

صاحب نعمۃ الباری نے اس باب میں مذکور احدیث کا ترجمہ کیا ہے اور درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ تعلیق کی اصل حدیث بیان کی کہ حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ سفر میں تھے۔ صحابہؓ فجر تک سوتے رہے سورج کی گرمی نے ان کو بیدار کیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد اٹھے حتی کہ سورج مستقل ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے موذن کو اذان کا حکم دیا۔ میں نے اذان دی پس آپ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت) پڑھیں پھر آپ ﷺ نے اقامت کہلوائی پھر نماز فجر پڑھائی۔

2۔ سفر میں فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث ذکر کیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیلؐ نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

حضرت براء بن عاذبؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے۔ میں نے کبھی آپ ﷺ کو ظہر سے پہلے دو رکعت سنت چھوڑتے نہیں دیکھا۔

3۔ تمام ائمہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے ہاں سفر میں فرض سے پہلے اور بعد میں زمین پر نفل پڑھنا جائز ہے۔

چونکہ آپ ﷺ اور بہت سارے صحابہؓ کا یہی عمل ہے۔[62]

محاکمہ

صاحب انعام الباری نے اس باب میں منشاء بخاری ذکر کیا۔ کہ فجر کی دو سنتوں اور چاشت کی نماز کے علاوہ باقی سنن و نوافل کا سفر میں پڑھنا نہ تو فرض سے پہلے اور نہ فرض کے بعد ثابت ہے۔

پھر ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کے نسخوں کے حوالہ سے فرمایا کہ ان میں "و قبلھا" کا لفظ نہیں ہے۔ تو پھر منشاء بخاریؒ یہ ہے کہ فرض کے بعد والی نہیں پڑھنی چاہیے۔

جب کہ صاحب نعمۃ الباری نے منشاء بخاریؒ بیان نہیں کیا۔ بلکہ تعلیق کی اصل حدیث ذکر کی اور فرض سے پہلے اور بعد میں سنن و نوافل کے پڑھنے سے متعلق احادیث نقل کی۔

اور تمام ائمہ کا مذہب نقل کیا کہ سواری سے اتر کر فرائض سے پہلے اور بعد میں سنن و نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

تو صاحب انعام الباری کے ہاں فرائض سے پہلے تو سفر میں نوافل پڑھنا جائز ہیں بعد میں نہیں

جبکہ صاحب نعمۃ الباری کے ہاں فرائض سے پہلے اور بعد میں بھی دونوں جائز ہیں۔

حوالہ جات

[1]۔ عثمانی، محمد تقی، انعام الباری، ج4، ص267، مکتبۃ الحراۡ ڈبل روم ایریا کورنگی کراچی، پاکستان

[2]۔ البخاري، محمد بن إسماعیل، أبو عبداللہ، صحیح البخاری، جز2 ص42، الناشر: دار طوق النجاۃ الطبعۃ: الأولی، 1422ھ

[3]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر1080

[4]۔ انعام الباری، ج4، ص269-267

[5]۔ الشیبانی، ابو عبد اللہ، محمد بن حسن، الآثار لمحمد بن الحسن، دار النشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، حدیث نمبر188

[6]۔ عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، جز7، ص114 الناشر: دار إحیاء التراث العربي- بیروت

[7]۔ سعیدی، غلام رسول، نعمۃ الباری، ج3، ص220-226، فرید بک سٹال، لاہور، مطبوعہ 1431ھ

[8]۔ صحیح البخاری، جز2 ص42

[9]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1083

[10]۔ النساء:4:101

[11]۔ انعام الباری، ج4، ص269-272

[12]۔ النساء:4:101

[13]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص227-234

[14]۔ صحیح البخاری، جز2 ص43

[15]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر1085

[16]. انعام الباری، ج4، ص272-273

[17]۔ المائدۃ:5:3

[18]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص234-235

[19]۔ صحیح البخاری، جز2 ص43

[20]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1086

[21]۔ انعام الباری، ج4، ص273-274

[22]۔ عمدۃ القاری، جز7، ص127

[23]۔ عمدۃ القاری، جز7، ص127

[24]. نعمۃ الباری، ج3، ص235-239

[25]۔ صحیح البخاری، جز2 ص43

[26]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1089

[27]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1090

[28]. النساء:4:101

[29]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1090

[30]. انعام الباری، ج4، ص274-281

[31]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص239-240

[32]۔ صحیح البخاری، جز2ص44

[33]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1092

[34]۔ انعام الباری، ج4، ص281-283

[35]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص241-243

[36]۔ صحیح البخاری، جز2ص44

[37]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1093

[38]۔ انعام الباری، ج4، ص283

[39]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص243-244

[40]۔ صحیح البخاری، جز2ص44

[41]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1096

[42]۔ انعام الباری، ج4، ص283

[43]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص244

[44]۔ صحیح البخاری، جز2ص44

[45]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1097

[46]۔ انعام الباری، ج4، ص283-284

[47]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص244-245

[48]۔ صحیح البخاری، جز2ص45

[49]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1100

[50]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:1093

[51]۔ البقرۃ:2:145

[52]۔ انعام الباری، ج4، ص284-286

[53]۔ نعمۃ الباری، ج3، ص245-246

[54]۔ صحیح البخاری، جز2، ص45

[55]۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر1101

[56]۔ الاحزاب:33:21

[57]۔انعام الباری،ج4،ص286-287

[58]۔نعمۃ الباری،ج3،ص246-248

[59]۔ صحیح البخاری،جز2،ص45

[60]۔ صحیح البخاری،حدیث نمبر1103

[61]۔انعام الباری،ج4،ص287-289

[62]۔نعمۃ الباری،ج3،ص248-250